السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ

اموال زکوة مفروضہ میں سے مدرسۃ العلوم میں دینا بایں طورکہ نقد روپیہ یاکتب حوالہ مہتمان مدرسہ کے کیا جاوے کہ وہ لوگ داخل مدرسہ کر کے نفقہ طلباء ومشاہرہ مدرسین و دیگر مصارف مدرسہ میں صرف کریں'اور وہ کتب درس وتدریس میں رہیں ۔ ازروئے کتاب اللہ تعالی وسنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جائز ہے یا نہیں ؟ ائمہ حنفیہ کا اس باب میں کیا مسلک ہے ؟

الجواب بعون الوہاب بشرط صحة السؤال

وعلیکم السلام ورحمة اللہ وبرکاتہ!

الحمد للہ، والصلاة والسلام علیٰ رسول اللہ، أما بعد!

حسب تصریح فقہائے حنفیہ اموال زکوۃ میں تملیک شرط ہے 'یعنی اس مال کو کسی اہل مصرف زکوۃ کو ملک گردانے ۔اس لیے بنائے مساجد وتکفین اموات میں اموال زکوۃ کو صرف کرنے سے عندالاحناف زکوۃ ادا نہیں ہوگا ہدایہ میں ہے " ولایبنی بہا مسجد ولایکفن بہا میت 'لانعدام التملیک۔وہوالرکن 'ولایقضی بہا دین میت 'لان قضاء دین الغیر لایقضی التملیک منہ سیما فی المیت انتہی '

اور فتح القدیر شرح الہدایہ میں ہے "قولہ لانعدام التملیک وہو الرکن بان اللہ تعالیٰ سماہا صدقۃ وحقیقۃ الصدقۃ تملیک المال 'من الفقیر' وہذا فی البناء ظاہراً' وکذا فی تکفین 'لانہ لیس تملیکا للکفن من المیت انتہی

اور بنایہ شرح ہدایہ للعینی میں ہے کہ "لایبنی بالزکوۃ مسجد 'لان الرکن فی الزکوۃ التملیک من الفقیر ولم یوجد' ولایکفن بہا میت لانعدام التملیک من اطیت وہوالرکن۔وکذا لاتبنی بہا القناطر والسقایات۔ولایحفر بہا الابار' ولاتصرف الطرقات وسد الثغور ونحو ذلک مما لایملک فیہ انتہی

اور بحر الرائق میں ہے ۔"ولاتدفع الی بناء مسجد وتکفین میت وقضاء دینہ وشراء قن یعتق عدم لجواز لانعدام التملیک الذي ہوالرکن فی الاربعۃ' والحلیۃ فی الجواز فی ہذہ الاربعۃ ان یتصدق بمقدار زکاتہ علی فقیر ثم یامرہ بعد ذلک بالصرف الی ہذہ الوجوہ 'فیکون لصاحب المال ثواب الزکاۃ وللفقیر ثواب ہذہ القرب فی المحیط۔واشار المصنف الی انہ لو اطعم یتما بنیہا لایجزي بہ۔لعدم التملیک الااذا دفع لہ الطعام کالکسوۃ اذا کان یعقل القض والافلاء۔انتہی

اور بھی بنایہ شرح الھدایۃ میں ہے "ویجمع فی بیت المال من الاموال اربعۃ انواع : نو مجہا الصدقات' وہی زکوۃ السوائ والعشور وما اخذہ العاشر من المسلمین الذین یمرون علیہ من التجار ونوع آخر ما اخذ من خمس الغنائم والمعدان والرکاز ویصرف فی ہذین النوعین فی الاصناف التی ذکرہا اللہ فی کتابہ وہو قولہ' : انما الصدقات للفقراء_____ الایۃ وقلہ تعالیٰ : واعلموا انما غنمتم من شئ___ فیصرف الیوم الی ثلاثۃ اصناف : الیتامی والمساکین وابن السبیل۔والنزع الثالث ہوالخراج والجزایۃ۔وماصولح علیہ مع بنی تحران من الحلل ومع بی تغلب من الصدقۃ المضاعفۃ وما اخذ العاشر منالستامن اہل الحرب وما اخذ من تجار اہل الذمۃ 'تصرف ہذہ فی عمارۃ الرباطات والقناطیر والجسور وسد الثغور وکری الانہار العظام التی لاملک لاہد فیہا کجیون والفرات 'وجلہ یصرف الی ارزق القضاۃ وارزق الولاۃ المحتسبین والمعلمین والمقاتلۃ وارزاق المقابلۃ 'ویصرف الی رصد الطریق فی دار الاسلام عن اللصوص وقطاع الطریقّ والنوع الرابع ما اخذ من ترکۃ المیت الذي مات ولم یترک وارثا اوترک زوجا اوزوجۃّ۔فمصرت ہذہ الفقہ المرضی فی اود یتیم وعلاجہم وہم فقراء وکفن الموتی الزین لامال لہم 'نفقۃ اللقیط وعقل جنایۃ۔ونفقۃ من ہو عاجز عن الکسب ولیس لہ من یقضی علیہ فی نفقتہ وما اشبہ ذلک " انتہی کلامہ مختصراً

لیکن یہ مسلک ائمہ احناف کا کہ صدقہ میں تملیک رکن اعظم ہے مضبوط ومدلل بالدلائل القویۃ نہیں ہے ۔بچند وجوہ،

اول یہ کہ ائمہ احناف کے کلام میں خود تعارض ہے ،ایک جگہ تو اثبات تملیک کرتے ہیں ۔ بایں عبارت کہ : ان اللہ تعالیٰ سماہا صدقۃ' وحقیقۃ الصدقۃ تمیلیک المال من الفقیر 'یعنی صدقہ کی حقیقت فقیر کو مال کا مالک کردینا ہے،

وقالوا : ولایبنی بہا مسجد لانعدام التملیک وہوالرکن ۔ اور دوسری جگہ ائمہ احناف نے تملیک کی نفی کی ہے اور قولہ تعالیٰ " انما الصدقات للفقراء " میں جو لام ہے 'اور شافعی اس کو لام تمیلیک کہتے ہیں ۔اس کی ائمہ احناف تردید کرتے ہیں ۔اور اس کو لام اختصاص قرار دیتے ہیں ۔ عینی شرح ھدایۃ میں ہے ۔(م) ولنا ان الاضافۃ (ش) اي اضافۃ الصدقات (الیہم (م) لالاثبات الاستحقاق (ش) لان المجہول لایصلح مستحقا' واللام للاختصاص لاللملک کما یقال : الجل للفرس ولاملک لہ' وکان المراد اختصاصہم بالصرف الیہم 'ومعانی اللام ترتقی الی اکثر من عشرۃ' ولکن اصلہا للاختصاص۔ولم یذکر الزکر فحشري فی المفعل غیر الاختصاص لعمومہ' فقال : اللام للاختصاص 'یعنی انہم مختصون بالزکاۃ' ولاتکون لغیر ہم۔کقولہم : الخلافۃ لقریش 'والسقایۃ لبنی ہاشم۔اي لایوجد ذلک فی غیر ہم۔ولایلزم ان تکون مملوکۃ لہمّ فتکون اللام لبیان محل صرفہا وایضا الفقراء والمساکین لایحصون للکثرتہم 'فکانوا مجہولین 'والتملیک من المجہول محال۔

پھر جس شے کی نفی ہے اسی کا اثبات کیا جاتا ہے ۔ اور علامہ عینی نے شرح ہدایہ میں دربارہ رفع اس تناقص کے جو یہ لکھا ہے : ان التملیک رکن لانہ الاصل فی دفع الزکاۃ۔فان قلت : انتم جعلتم الام فی الآیۃ للمعاقبۃ ودعوي التملیک ان المقبوض یصیر ملکا لہم فی العاقبۃ"ثم یحصل لہم الملک بدلالۃ اللام 'فلم تبق دعوي مجروۃ انتہی

پس اس تقریر کا ضعف اور محض تاویل کیک ہونا اہل بصیرت پر مخفی نہیں ہے ۔ واللہ اعلم

اور تعریف "صدقہ" کی جو شیخ ابن الہام نے کیا ہے صحیح نہیں ہے ۔ بلکہ حقیقت صدقہ کی یہ ہے کہ آدمی اپنے مال کو اللہ تعالیٰ کے واسطے نکالے کہ وہ مال وجوہ خیر میں صرف کیے جاویں ۔ پس جہاں تک محل تملیک ہوگا ۔ وہ تملیک ہوگا ۔ ورنہ بلا تملیک ۔ اور اس کے مصارف کی تصریح حق تعالیٰ نے اپنے قول " انما الصدقات للفقراء_____ 'الآیۃ میں فرمایا ہے ۔ امام راغب نے مفرادات القرآن میں لکھا ہے ۔ : والصدقات مایخرج الانسان من مالہ علی وجہ

القربة كالزكاة_ انتهى

دوم یہ کہ بعض صورتوں میں صورت تملیک اصلاً نہیں پائی جاتی ہے اور وہ محل مصرف زکوٰۃ قرار دیا گیا۔ چنانچہ عبداللہ بن عباس سے قولہ تعالیٰ (انما الصدقات للفقراء والمساکین والعاملین علیها والمؤلفة قلوبهم وفی الرقاب والغارمین وفی سبیل اللہ وابن السبیل) میں امام بخاری نے اپنی صحیح میں نقل کیا ہے ۔ ویذکر عن ابن عباس رضی اللہ عنهما یعتق من زکاة فی الحج ' وقال الحسن : ان اشتري اياه من الزكاة جاز ويعطي في المجاهدين والذي لم يحج > ثم تلا : انما الصدقات للفقراء_____ الآیة

اور فتح الباری میں ہے : وصله ابو عبید فی کتاب الاموال من طریق حسان ابی الاشرس من المجاہد عنه انه کان لايري باسا ان يعطي الرجل من زكاة ماله في الحج وان يعتق من الرقبة،اخرجه عن ابي معاوية عن الاعمش عنه،واخرج عن ابي بكر بن عياش عن الاعمش عن ابي نجيح عن مجاهد عن ابن عباس قال : اعتق من زكاة مالك وتابع ابا معاوية عبدة بن سليمان رويناه في فوائد يحيي بن معين رواية ابي بكر علي المروزي عنه عن عبيدة عن الاعمش عن ابي الاشرس ولفظه : كان يخرج زكاته ثم يقول : جهزونا منها الى الحج۔وقال الميموني : قلت لابي عبدالله : يشتري الرجل من زكاة ماله الرقاب فيعتق ويجعل في ابن سبيل ؟ قال : نعم ابن عباس يقول ذلك ولا اعلم شيئاً يدفعه وقال الخلال : اخبرنا احمد بن هاشم قال قد قال احمد : كنت اري ان يعتق من الزكاة۔ثم كففت عن ذلك ' لاني لم اره يصح۔قال حرب : فاحتج عليه بحديث ابن عباس فقال : هو مضطرب۔انتهى۔وانما وصفه بالضطراب للاختلاف في اسناده على الاعمش كما نري ولهذا لم يجزم به البخاري

وقد اختلف السلف في تفسير قوله تعالیٰ "وغی الرقاب" فقيل : المراد شراء الرقبه لتعتقق وهو رواية۔ابن القاسم عن مالك واختيار ابي عبيد وابي ثور وقوله اسحاق۔واليه مال البخاري وابن المنذر۔وقال ابو عبيد : اعلى ماجاء فيه قول ابن عباس وهو اولى بالاتباع واعلم بالتاويل۔وري ابن وهب عن مالك انها في المكاتب۔وهو قول الشافعي والليث والكوفين واكثرهم اهل العلم۔رجحه الطبراني۔وفيه قول ثالث : ان سهم الرقاب يجعل نصفين : نصف لكل مكاتب يدعي الاسلام ' ونصف يشتري بها رقاب من صلى وصام۔اخرجه ابن ابي حاتم وابو عبيد في لاموال باسناد صحيح عن الزهري انه كتب ذلك لعمر بن عبدالعزيز۔

اور تفسیر " درمنثور " میں ہے : ابن المنذر عن ابن عباس رضی اللہ عنهما قال : اعتق من زكاة مالك ' واخرج ابو عبيد وابن عن الحسن انه كان لايري باسا ان يشتري الرجل من زكاة ماله نسمة فيعتقها۔واخرج ابن امنذر وابن ابي حاتم عن عمر بن عبدالعزيز قال : يسهم الرقاب نصفان نصف لكل مكاتب ممن يدعي الاسلام۔النصف الباقي يشتري به الرقاب من صلى وصام وقدم اسلامه من ذكر او انثى يعتقون لله۔قال ابو عبي : ابن عباس اعلى ماجاء نافي هذا الباب ' وهو اولى بالاتباع واعلم بالتاويل ' وقد وافقه عليه كثير من اهل العلم۔

اور تفسیر ابن کثیر میں ہے : واما الرقاب فروي عن الحسن البصري ومقاتل بن حيان وعمر بن عبدالعزيز وسعيد بن جبير والنخعي والزهري ابن يزيد انهم المكاتبون۔وروي عن ابي موسى الاشقري نحوه ' وهو قول الشافعي والليث رضي الله عنهما۔وقال ابن عباس والحسن : لاباس ان تعتق الرقبة من الزكاة ' وهو مذهب احمد وومالك واسحاق اي ان الرقاب اعم من ان يعطي المكاتب اويشتري رقبة فيعتقها استقلالاً انتهى

پس "وفی الرقاب" کی ایک صورت عبداللہ بن عباس وحسن بصری وعمر بن عبدالعزیز نے یہ قرار دیا ہے کہ اموال زکوٰۃ میں سے لونڈی غلام خرید کر کے ادا کیے جاویں ' اور یہی قول امام مالک ۔ احمد ، ابو عبید ودیگر ائمہ کا ہے ۔ پس اس صورت میں تملیک للفقراء اصلاً نہیں پائی گئی بلکہ وہ متصدق خود بنفسہ اس مال زکوٰۃ سے متولی ومباشر اس کے شراء کا ہو پھر اس کو آزاد کیا ۔ اور اس کا بیان صاف طور پر صاحب ھدایہ نے کیا ہے ۔ ولایشتري بها رقبة تعتق خلافاً لام لك حيث ذهب اليه في تاويل قوله تعالیٰ " وفي الرقاب " ولنا ان الاعتاق اسقاط الملك وليس تمليك

اور حاشیہ کشاف میں ہے : ان الاصناف الاربعة الاوائل ملاك لما عساه يدفع اليهم وانما ياخذونه ملكا فكان دخول اللام لائقا بهم۔واما الاربعة الاواخر فلا يملكون مايصرف نحوهم۔بل ولايصرف اليهم ' ولكن في مصالح تتعلق بهم فالمال الذي يصرف في الرقاب انما يتناوله السادة والمكاتبون والبائعون ' فليس نصيبهم مصروفاً الى ايديهم حتى يعبر عن ذلك باللام المشعرة۔بتملكهم لما يصرف نحوهم وانما هم محال لهذا صرف والمصلحة المتعلقة به '

اور مؤیدات سے عدم اعتبار التملیک کی وہ روایت ابو ہریرہ کی ہے جو کو امام بخاری نے روایت کیا ہے : عن ابي هريرة قال : امر رسول الله صلى الله عليه وسلم بصدقة ' فقيل : منع ابن جميل وخالد بن الوليد والعباس بن المطلب ' فقال النبي صلى الله عليه وسلم : ما ينقم ابن جميل الا انه كان فقيراً فاغناه الله ورسوله۔واما خالد فانكم تظلمون خالداً قد احتبس ادراعه في سبيل الله_____ والحديث

فتح الباری میں ہے : وقد استدل بقصة خالد على جواز اخراج مال الزكاة في شراء السلاح وغيره من آلات الحرب والاعانة بها في سبيل الله ' بناء على انه عليه الصلاة والسلام اجاز لخالد ان يحاسب نفسه بما حسبه فيما يجب عليه الصلاة والسلام اجاز لخالد ان يحاسب نفسه بما حسبه فيما يجب عليه

اور عینی شرح البخاری میں ہے : والحديث فيه تحبس آلات الحرب الثبات وكل ما ينفع به مع بقاء عينه والخيل والابل كالاعبد ' انتهى

سوم یہ کہ قولہ تعالیٰ (وفی دسبیل اللہ) کا عام اور کل وجوہ خیر (اخل فی سبیل اللہ ہے ۔ اور سنت رسول اللہ ﷺ نے اس کی تخصیص ساتھ کسی فرد کے نہیں ہے ۔ ہاں بعض بعض افراد احادیث صحیحہ میں آیا ہے ' جیسے روایات ابو سعید خدری قال : قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : لاتحل الصدقة لغني الا لخمسة : لغاز في سبيل الله اولعام ل عليها ' اولغارم___ الحديث۔اخرجه ابوداؤد في الزكاة وابن ماجه وسكت عند المنذري ' واخرجه في الموطا مرسلاً

پس اس حدیث نے "فی سبیل اللہ" کے ایک فرد کو بیان کر دیا کہ وہ غازی مجاہد فی سبیل اللہ ہے ۔

اور جیسے روایت ام معقل قالت : كان ابو معقل حاجا مع رسول الله صلى الله عليه وسلم ' فلما قدم قالت ام معقل : قد علمت ان علي حجة فانطلقا يمشيان حتى خلا عليه ' فقالت : يارسول الله ان علي حجة وان لابي معقل بكرا ' قال ابو معقل : صدقت۔جملته في سبيل الله۔فقال رسول اله صلى الله عليه وسلم اعطها فلتحج عليه ' فانه في سبيل الله ' فاعطها اليك۔الحديث اخرجه ابوداود في الحج

کما خطابی نے معالم السنن میں : فيه من التفقه جواز احباس الحيوان ' وفيه انه جعل الحج من السبيل ' وقد اختلف الناس في ذلك فكان ابن عباس لايري باسا يعطي الرجل من زجاته في الحج ' وروي مثل ذلك عن ابن عباس لايري باسا يعطي الرجل من زكاته في الحج ' وروي مثل ذلك عن ابن عمر۔وكان احمد بن حنبل واسحاق يقولان : يعطي من ذلك في الحج۔وقال ابو حنيفة واصحابه وسفيان الثوري والشافعي : لاتصرف الزكاة الى الحج ' سهم السبيل عندهم الغزاة والمجاهدون۔انتهى

پس اس حدیث نے "فی سبیل اللہ" کے ایک افراد کو بیان کیا کہ وہ حج بھی ہے ۔ اور ممکن ہے استدلال اس پر ساتھ حدیث سہل بن ابی حثمہ کے : ان النبي صلى الله عليه وسلم وداه بمائة من اهل الصدقة : يعني دية الانصاري الذي قتل بخيبر۔اخرجه الائمة الستة في كتبهم ' واللفظ لابي داود۔

یعنی رسول اللہ ﷺ نے واسطے رفع فتنہ واصلاح بین الناس کے سیل بن ابی حثمہ انصاری کو سو اونٹ زکوۃ مفروضہ میں سے دے دیا۔ پس اب مصارف ثمانیہ مذکور فی القرآن میں سے کس مصرف میں یہ داخل کیا جائے گا؟ پس امام مالک وشافعی اور ایک جماعت اس کو "غارمین" میں داخل کرتے ہیں۔ کیونکہ یہ لوگ "غارم" کی تعریف یہ کرتے ہیں کہ: وہومدین م استدان لیصلح بین الطائفتین فی دیۃ او تسکینا للفتنۃ وان کان غنیا ذکرہ الزرقانی۔

اور کہا خطابی نے شرح السنن میں: الغارم الغنی فہو الرجل یتحمل الحمالۃ ویدان فی المعروف اصلاح ذات البین ولہ مال ان یقع فیہا افتقر 'فیعطی من الصدقۃ ما یقضی بہ دینہ' فاما الغارم الذي یدان انفہ وہو معسر فلا یدخل فی ہذہ الغنی لانہ من جملۃ الفقراء ایضاً' قال الخطابی: یشبہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم انما احطاہ ذلک من سہم الغارمین علی معنی الحاملۃ فی اصلاح ذات البین لانہ شجر بین الانصاري وبین اہل خیبر فی دم القتیل الذي وجد بہا منہم فانہ لا مصرف بمال الصدقات ذي الدیات'

اور ائمہ احناف اس کو "غارمین" میں داخل نہیں کرتے ہیں کیونکہ ان کے نزدیک "غارم' کی وہ تعریف ہے جو ہدایہ میں ہے: والغارم من لزمہ دین ولا یملک نصابا فاضلا عن دینہ وقال الشافعی: من تحمل غرامۃ فی اصلاح ذات البین القبلتین انتہی

اور زہری' مجاہد وغیرہما بھی اس کی تعریف میں متفق ہیں احناف کے ساتھ۔ "درمنثور" میں ہے: عن الزہري انہ سئل عن الغارمین 'قال اصحاب الدین وقال المجاہد: من احترق بیتہ ذہب اسبیل بمالہ وادان علی عیالہ انتہیٰ

اور لغت میں "غریم" قرضدار کو کہتے ہیں۔ مفردات میں ہے: الغرم ما ینوب الانسان فی مالہ ضر بغیر جنایۃ منہ' یقال: عزم کذا غرماً ومغرباً والغریم یقال لمن لہ الدین ولم علیہ الدین والغارمین وفی سبیل اللہ انتہی

اور بنایہ شرح ہدایہ میں ہے: الغرم ہو من الخسران' وکان الغارم ہو الذي خسر حالہ' والخسران النقصان' وقال ابو جعفر البغدادي: الغارم من لزمہ دین وان کان فی یدہ مال ولکنہ لا یکفی لاداء الدین فصار کمن لا مال لہ انتہی

پس حدیث سہل بن ابی حیثمہ کو تحت الغارمین داخل کرنے اور فی سبیل اللہ سے خارج کرنے پر کوئی دلیل قوی قائم نہیں ہے سوائے احتمال اور ظن کے، جیسا کہ خطابی نے بلفظ یشبہ ذکر کیا ہے۔ بلکہ ظاہر حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ یہ تحت فی سبیل اللہ ہے' کیونکہ صلح بین الطائفتین اور تسکین فتنہ رفع القتال اعظم امور خیر میں ہے۔ پس فی سبیل اللہ میں اس کو نہیں داخل کرنے کی دلیل قوی چاہیے۔ اس لیے بعض ائمہ نے سبیل اللہ کو عموم پر رکھا ہے اور سارے امور خیر کو اس میں داخل کیا ہے، اور شرط تملیک کو باطل کیا ہے۔

تفسیر کبیر میں ہے: وعلم ان ظاہر اللفظ فی قولہ "وفی سبیل اللہ" لا یوجب القصر علی کل الغزاوۃ' فلہذا المعنی نقل القفال فی تفسیرہ عن بعض لافقہاء انہم اجازوا صرف الصدقات الی جمیع وجوہ الخیر من الکفین الموتی وبناء الحصون وعمارۃ المساجد لان قولہ "فی سبیل مام فی الکل۔

اور تفسیر خاذن میں ہے: وفی سبیل اللہ یعنی وفی النفقۃ وفی سبیل اللہ' اراد بہ الغزاۃ فلہم سہم من مال الصدقات' فیطمعون اذا ارادوا الخروج الی الغزو وما یستعینون بہ علی امر الجہاد من النفقۃ والکسوۃ السلاح والمؤنۃ' فیعطون وان کانوا اغنیاء لما تقدم من حدیث عطاء وابی سعید الخدري ولا یعطی من سہم سبیل اللہ لمن اراد الحج عند اکثر اہل العلم' وقال قوم: یجوز ان یصرف سہم سبیل اللہ الی الحج' یروي ذلک عن ابن عباس' وہو قول الحسن' والیہ ذہب احمد بن حنبل واسحاق بن راہویہ وقال بعضہم "ان اللفظ عام' فلا یجوز قصرہ علی الغزاۃ فقط' ولہذا اجاز بعض الفقہاء صرف سہم سبیل اللہ الی جمیع وجوہ الخیر من تکفین الموتی وبناء الجسور والحصون وعمارۃ المساجد وغیر ذلک وقال: لان قولہ "وفی سبیل اللہ" عام فی الکل فلا یختص بصنف دون غیرہ

اور بعض فقہا نے بھی "فی سبیل اللہ" کو عام رکھا ہے بحر الرائق شرح کنز الدقائق میں ہے: قولہ ومنقطع الغزاۃ ہو المراد بقولہ تعالیٰ "وفی سبیل اللہ" وہو اختیار منہ لقول ابی یوسف' وعند محمد منقطع الحاج' وقیل: طلبۃ العلم' واقتصر علیہ فی الفتاوي الظہوریۃ وفسرہ فی البدائع بجمیع القرب' فیدخل فیہ کل من سعی فی طاعۃ اللہ تعالیٰ وسبیل الخیرات اذا کان محتاجا

اور تفسیر آلوسی میں ہے۔

وفی سبیل اللہ ارید بذلک عند ابی یوسف منقطعوا الحج' وقیل: المراد طلبۃ العلم واقتصر علیہ فی الفتاوی الظہیریۃ' وفسرہ فی البدائع بجمیع القرب' فیدخل فیہ کل سعی فی طاعۃ اللہ تعالیٰ وسبیل الخیرات وقال فی البحر ولا یخفی ان قید الفقراء لابد منہ علی وجوہ کلہا انتہی

اور بنایہ شرح الہدایہ میں ہے: وفی المرغینانی "وقیل "وفی سبیل اللہ" طلبۃ العلم' انتہی

پس جن لوگوں نے فی سبیل اللہ کو اپنے عموم پر رکھا ہے یعنی سوائے ان مصارف سبعہ مذکورہ اور کل امور خیر کو مراد لیا ہے جس میں رضائے حق تعالیٰ مقصود ہو۔ اور کسی حدیث مرفوع صحیح یا اثر صحابہ کی مخالفت لازم نہیں آوے' کلام اس کا اقرب الی الصواب واوفق الی لفظ القرآن ہے اور کل اصناف ثمانیہ میں تملیک کا تحقق نہیں ہے۔ پس شرط تملیک لگا کر اور اس کو رکن قرار دے کر بنائے مسجد وغیرہ کو مصرف زکوۃ قرار دینا غیر صحیح ہے۔ بلکہ جس طرح مجاہد فی سبیل اللہ کو مال زکوۃ اس غرض سے دیا جاتا ہے کہ وہ امور متعلق غزوہ میں اس کو صرف کرے اور وہ اس کا محل ومصرف قرار دیا گیا ہے اور محض اس کی ذاتی منفعت کی غرض سے وہ مال اس کو نہیں دیا جاتا ہے، پس اسی طرح مہتممان مدارس علوم دینیہ کو اموال زکوۃ مفروضہ سے دینا بایں غرض کہ وہ اتفاق طلبہ ودیگر مصارف مدرسہ میں صرف کریں یا کتب دینیہ خرید کر حوالہ کریں اس میں طلبہ پڑھیں۔ بلاشک جائز ہو سکتا ہے اور محل ومصرف زکوۃ قرار دیا جاسکتا ہے' اور تحت عموم قولہ تعالیٰ "وفی سبیل اللہ" داخل ہوسکتا ہے۔

ایک فائدہ جلیلہ متعلق اسی مسئلہ کے یہ ہے جو سبل السلام شرح بلوغ المرام میں ہے الغارم تحل لہ الصدقۃ وان کان غنیا' وکذلک الغازي تحل لہ ان یتجہز من الزکاۃ وان کان غنیا' وکذلک الغازي تحل لہ ان یتجہز من الزکاۃ وان کان غنیا' لانہ ساع فی سبیل اللہ' قال الشارح: ویلحق بہ من کان قائما بمصلحۃ عامۃ من مصالح المسلمین' کالقضاء الافتاء والتدریس وان کان غنیا' وادخل ابو عبیدۃ من کان فیہ مصلحۃ عامۃ فی العالمین' واشار الیہ البخاري حیث قال:

باب بیت المال ممن یقوم بمصالح المسلمین' کالقضاء والتدریس' فلہ الاخذ من الزکاۃ فیما یقوم بدمۃ القیام بالمصلحۃ وان کان غنیاً قال الطبرانی: انہ ذہب الجمہور الی جواز اخذ القاضی الاجرۃ علی الحکم لانہ یشغلہ الحکم عن القیام بمصلحۃ وان کان غنیا مقال الطبرانی: انہ ذہب الجمہور الی جواز اخذ القاضی الاجرہ علی الحکم' لانہ یشغلہ الحکم عن القیام بمصالحہ' غیر ان طائفۃ من السلف کرہوا ذلک ولم یحرموہ وقالت طائفۃ: اخذ الرزق علی القضاء ان کانت جہۃ الاخذ من الحلال کان جائزا اجماعاً ومن ترکہ فانما ترکہ تورعاً

وقال الالوسی فی تفسیر: ویجوز صرف الزکاۃ لمن لا تحل لہ المسالۃ بعد کونہ فقیراً' ولا یخرجہ عن الفقر ملک نصب کثیرۃ غیر نامیۃ اذا کانت مستغرقۃ للحاجۃ' ولذا قالوا: یجوز للعالم وان کانت لہ کتب تساوي نصبا کثیرۃ اذا کان محتاجا الیہا للتدریس ونحوہ اخذ الزکاۃ بخلاف العامی انتہی

ھذا ما عندی واللہ اعلم بالصواب

فتاویٰ مولانا شمس الحق عظیم آبادی

ص70

محدث فتویٰ